THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عصرِ حاضر میں ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا اسلامی تناظر میں تحقیقی وتنقیدی جائزہ

A RESEARCH AND CRITICAL EVALUATION OF CONTEMPORARY VATICAN INTERFAITH POLICIES FROM AN ISLAMIC PERSPECTIVE

1. Hafiz Muhammad Rashid
Lecturer in Islamic Studies, University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: hafizrashidjune1994@gmail.com
2. Muhammad Zahir
Lecturer in Islamic Studies, Punjab College, DHA Campus, Lahore, Pakistan.
Email: yazmani345@gmail.com
3. Hafiz Abdul Majid
PhD Scholar, University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan.
Email: Abdulmajidkhan656@gmail.com

Abstract

This study presents a research-based and critical examination of the Vatican's contemporary interfaith policies through the lens of Islamic thought. In an age marked by increasing religious diversity, globalization, and intercultural interaction, interfaith dialogue has emerged as a significant instrument for promoting mutual understanding, peaceful coexistence, and global cooperation. The Vatican, particularly since the Second Vatican Council, has played a prominent role in developing and institutionalizing interfaith engagement with various religious communities, including the Muslim world. This research explores the theoretical foundations, historical evolution, objectives, and practical manifestations of Vatican interfaith initiatives while assessing their compatibility with Islamic teachings and principles. The study further analyzes Muslim–Catholic dialogue, collaborative forums, peace-building efforts, and initiatives related to religious tolerance and human fraternity. Particular attention is given to the Islamic perspective on interfaith relations as derived from the Qur'an, Sunnah, Islamic theology, and classical juristic discourse. The research also critically evaluates key issues such as religious pluralism, salvation theology, the interaction between religious and political interests, and the concerns expressed by contemporary Muslim scholars regarding interfaith engagement. In addition, the study examines the opportunities and challenges that characterize current Vatican–Muslim relations, including their potential contribution to global peace, counter-extremism efforts, human rights advocacy, and constructive coexistence. The findings suggest that Islam encourages dialogue, justice, and peaceful interaction with followers of other faiths while maintaining clear theological boundaries rooted in the doctrines of Tawḥīd and Prophethood. Consequently, meaningful interfaith cooperation is considered both possible and beneficial when it serves common humanitarian objectives without compromising essential religious beliefs and identities. The study concludes that a balanced approach combining theological integrity with constructive engagement offers the most viable framework for future Vatican–Muslim relations.

***Keywords**: Vatican, Interfaith Dialogue, Islam, Muslim–Catholic Relations, Religious Pluralism, Interreligious Relations, Islamic Theology, Human Fraternity, Religious Coexistence, Contemporary Vatican Policies.*

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مبحث اول: ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا نظری و فکری پس منظر

عصرِ حاضر میں بین المذاہب مکالمہ عالمی مذہبی، تہذیبی اور فکری مباحث کا اہم عنوان بن چکا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی وسعت، انسانی معاشروں کے باہمی اختلاط، مذہبی تنوع کے بڑھتے ہوئے مظاہر اور بین الاقوامی تعلقات کے تغیر پذیر تقاضوں نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو باہمی گفتگو اور افہام و تفہیم کی نئی راہوں کی جانب متوجہ کیا۔ اسی تناظر میں ویٹیکن نے گزشتہ چند دہائیوں کے دوران بین المذاہب تعلقات کو اپنی مذہبی و سفارتی حکمتِ عملی کا نمایاں جزو بنایا۔ اس مکالمے کا بنیادی مقصد مختلف مذہبی روایات کے مابین احترام، بقائے باہمی، امنِ عالم اور مشترکہ انسانی اقدار کے فروغ کو مستحکم کرنا قرار دیا جاتا ہے، اگرچہ اس کے پس منظر میں بعض اوقات مذہبی، تہذیبی اور سیاسی محرکات بھی کارفرما دکھائی دیتے ہیں۔ بین المذاہب مکالمے کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لیونارڈ سوئیڈلر لکھتے ہیں:

> "Dialogue is a conversation on a common subject between two or more persons with differing views, the primary purpose of which is for each participant to learn from the other." [1]

"مکالمہ کسی مشترک موضوع پر دو یا دو سے زائد مختلف آراء رکھنے والے افراد کے مابین ایسی گفتگو ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر شریک دوسرے سے کچھ سیکھے۔"

سوئیڈلر کی تعبیر مکالمے کو مناظرہ یا غلبۂ فکر کی کوشش سے الگ کر کے فہمِ باہمی اور علمی استفادے کے دائرے میں رکھتی ہے۔ اس تصور میں فکری انفتاح اور احترامِ اختلاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

ویٹیکن کی جانب سے جاری شدہ دستاویز Dialogue and Proclamation میں بیان کیا گیا:

> "Interreligious dialogue does not merely aim at mutual understanding and friendly relations, but seeks deeper knowledge and enrichment." [2]

"بین المذاہب مکالمہ صرف باہمی تفہیم اور خوشگوار تعلقات تک محدود نہیں رہتا بلکہ زیادہ گہرے علم اور فکری استفادے کی جستجو بھی کرتا ہے۔"

اسلامی روایت میں بھی مکالمے کا تصور حکمت، استدلال اور حسنِ خطاب سے مربوط ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[3]

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے ایسے طریقے پر گفتگو کیجیے جو بہترین ہو۔"

اس قرآنی اسلوب میں دعوت، استدلال اور حسنِ تعامل کے عناصر نمایاں ہیں، جنہوں نے اسلامی تہذیب میں علمی مکالمے کی مستقل روایت کو جنم دیا۔ محمد ابوزہرہ کے نزدیک اسلامی مکالمہ اعتدال، انصاف اور احترامِ انسانیت سے وابستہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

«إن الإسلام أقام علاقاته مع المخالفين على أساس العدل والتعارف والتفاهم الإنساني[4]».

"اسلام نے مخالفین کے ساتھ اپنے تعلقات کی بنیاد عدل، تعارف اور انسانی تفاہم پر استوار کی ہے۔"

---

[1] Swidler, Leonard, Dialogue for Interreligious Understanding, (New York: Palgrave Macmillan, 2014), 11.

[2] Pontifical Council for Interreligious Dialogue, Dialogue and Proclamation, (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 1991), 9.

[3] القرآن، النحل 16:125

[4] أبوزهرة، محمد، العلاقات الدولية في الإسلام، (القاهرة: دار الفكر العربي، 1995)، 74.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.1, 2026

اس زاویۂ نظر سے بین المذاہب مکالمہ محض نظری گفتگو نہیں رہتا بلکہ تہذیبی روابط، سماجی ہم آہنگی اور فکری تعارف کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ویٹیکن اور مسلم دنیا کے مابین معاصر مکالماتی سرگرمیوں کی فکری بنیادیں بھی اسی عمومی تصور سے مربوط دکھائی دیتی ہیں، اگرچہ عقائدی حدود اور مذہبی شناخت کے تحفظ کا سوال مستقل طور پر زیرِ بحث رہتا ہے۔

مبحث دوم: اسلام اور ویٹیکن کے مابین بین المذاہب تعلقات کی عملی صورتیں

اسلام اور کیتھولک عیسائیت کے تعلقات انسانی تاریخ کے طویل ترین مذہبی و تہذیبی روابط میں شمار ہوتے ہیں۔ ان تعلقات میں کبھی علمی مناظرات، کبھی سیاسی کشمکش، کبھی تہذیبی تعامل اور کبھی مشترکہ انسانی مسائل کے حل کے لیے تعاون کی مختلف صورتیں سامنے آتی رہی ہیں۔ بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں بالخصوص دوسری ویٹیکن کونسل کے بعد ویٹیکن نے مسلم دنیا کے ساتھ تعلقات کو نئے زاویۂ نظر سے استوار کرنے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں بین المذاہب مکالمے کا منظم سلسلہ وجود میں آیا۔ دوسری ویٹیکن کونسل کی مشہور دستاویز Nostra Aetate میں مسلمانوں کے بارے میں کہا گیا:

> The Church regards with esteem also the Muslims. They adore the one God, living and subsisting in Himself, merciful and all-powerful.”[5]“

> ”کلیسا مسلمانوں کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ اس ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو زندہ، قائم بالذات، رحمت والا اور کامل قدرت کا مالک ہے۔“

یہ بیان مسلم۔کیتھولک تعلقات میں فکری اعتدال اور مذہبی احترام کی نئی جہت کا مظہر تھا۔ اس کے بعد متعدد علمی نشستیں، سفارتی ملاقاتیں اور بین المذاہب کانفرنسیں منعقد ہوئیں جنہوں نے تعلقات کے نئے امکانات کو جنم دیا۔ جان ایل۔ ایسپوزیٹو لکھتے ہیں:

> Muslim-Christian dialogue has become one of the most significant dimensions of contemporary interfaith engagement.”[6]“

> ”مسلم۔عیسائی مکالمہ عصرِ حاضر کی بین المذاہب سرگرمیوں کی اہم ترین جہات میں شمار ہونے لگا ہے۔“

معاصر دور میں جامعۃ الازہر اور ویٹیکن کے درمیان مکالماتی روابط نے بھی خاص اہمیت حاصل کی۔ اختلافات کے باوجود رابطے کی بحالی نے اس حقیقت کو نمایاں کیا کہ عالمی سطح پر مذہبی قیادتیں مشترکہ انسانی مسائل کے حوالے سے مسلسل تبادلۂ خیال کو ضروری سمجھتی ہیں۔ بین المذاہب تعلقات کی عملی تعبیر مختلف مشترکہ فورمز، علمی کانفرنسوں اور مشاورتی مجالس کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ ویٹیکن نے متعدد اسلامی اداروں، جامعات اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ ایسے پلیٹ فارمز قائم کیے جن کا مقصد مذہبی ہم آہنگی، امن اور اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے تعاون کو مستحکم کرنا تھا۔ سن 2008ء میں قائم ہونے والا Catholic–Muslim Forum اس ضمن میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس فورم کے افتتاحی اجلاس کے اعلامیے میں کہا گیا:

> “Catholics and Muslims are called to be instruments of love and harmony among believers and for humanity at large.”[7]

> ”کیتھولک اور مسلمان اس امر کے مکلف ہیں کہ اہلِ ایمان اور پوری انسانیت کے درمیان محبت اور ہم آہنگی کے ذرائع بنیں۔“

اسی طرح اسلامی تعاون تنظیم، جامعۃ الازہر، مسلم ورلڈ لیگ اور دیگر اداروں کے ساتھ مشترکہ کانفرنسوں نے بین الاقوامی سطح پر مذہبی قیادتوں کے مابین مسلسل رابطے کو فروغ دیا۔ طارق رمضان اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

---

[5] Vatican Council II, Nostra Aetate, (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 1965), 3

[6] Esposito, John L., Islam and Politics, (Syracuse: Syracuse University Press, 1998), 289

[7] Catholic–Muslim Forum, Final Declaration, (Vatican City: Vatican Press, 2008), 4

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"Constructive engagement between Muslim institutions and the Vatican has opened new avenues for ethical cooperation."[8]

"مسلم اداروں اور ویٹیکن کے مابین تعمیری روابط نے اخلاقی تعاون کے نئے امکانات پیدا کیے ہیں۔"

ان فورمز کی علمی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ ان میں مذہبی آزادی، انسانی وقار، سماجی انصاف، ماحولیاتی تحفظ اور امنِ عالم جیسے موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں۔ اکیسویں صدی میں دہشت گردی، مذہبی انتہاپسندی، نسلی تعصبات اور عالمی تنازعات نے مذہبی قیادتوں کو امن کے فروغ کے لیے مشترکہ اقدامات پر آمادہ کیا۔ ویٹیکن اور متعدد اسلامی اداروں نے اس ضمن میں مختلف مشترکہ اعلانات اور سرگرمیوں کا اہتمام کیا۔ سن 2019ء میں ابوظہبی میں جاری ہونے والی دستاویز Document on Human Fraternity میں کہا گیا:

"Faith leads a believer to see in the other a brother or sister to be supported and loved."[9]

"ایمان انسان کو اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ دوسرے انسان کو بھائی یا بہن سمجھا جائے جس کی معاونت اور محبت کی جائے۔"

یہ دستاویز مذہبی ہم آہنگی، انسانی اخوت اور پرامن بقائے باہمی کے فروغ کے حوالے سے معاصر بین المذاہب تاریخ کا اہم سنگِ میل سمجھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں انسانی معاشرے کے تعارفی اور اجتماعی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾[10]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔"

اس قرآنی تصور میں انسانی تعارف، احترام اور سماجی تعلق کی ایسی جہت ملتی ہے جس نے مختلف مذہبی برادریوں کے مابین تعاون کے امکانات کو وسعت عطا کی۔ مذہبی رواداری اور بقائے باہمی معاصر بین المذاہب تعلقات کے نمایاں مقاصد میں شامل ہیں۔ ویٹیکن اور اسلامی اداروں نے مختلف مواقع پر ایسے بیانات اور اقدامات کی حمایت کی جن کا تعلق مذہبی آزادی، اقلیتوں کے حقوق اور سماجی ہم آہنگی سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

»مَنْ آذَى ذِمِّيًّا فَأَنَا خَصْمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[11]«

"جس شخص نے کسی ذمی کو اذیت پہنچائی تو قیامت کے دن میں اس کے خلاف مدعی ہوں گا۔"

یہ روایت اسلامی معاشرت میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔ ہانس کونگ لکھتے ہیں:

"No peace among the nations without peace among the religions."[12]

"اقوام کے درمیان امن اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مذاہب کے درمیان امن قائم نہ ہو۔"

اس فکری زاویے نے بین المذاہب تعلقات کو عالمی استحکام کے وسیع تر تناظر سے جوڑ دیا، جس کے اثرات مختلف مشترکہ پروگراموں اور سماجی منصوبوں میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ بین المذاہب تعلقات کی عملی جہت سفارتی روابط اور سماجی تعاون کے میدان میں زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ ویٹیکن بطور مذہبی مرکز ہونے کے ساتھ بین الاقوامی

---

8 Ramadan, Tariq, Western Muslims and the Future of Islam, (Oxford: Oxford University Press, 2004), 218.

9 Pope Francis and Ahmad Al-Tayyeb, Document on Human Fraternity, (Abu Dhabi: UAE Presidential Court, 2019), 5.

10 القرآن، الحجرات 49:13

11 البيهقي، أحمد بن الحسین، السنن الکبری، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 2003)، ج9، ص205

12 Küng, Hans, Global Responsibility, (New York: Crossroad Publishing, 1991), 138

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.4, No.1, 2026

سفارتی کردار بھی ادا کرتا ہے۔ اسی بنا پر مسلم ممالک اور ویٹیکن کے درمیان سفارتی روابط مذہبی مکالمے کے ساتھ سیاسی اور سماجی پہلو بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ پوپ فرانسس نے اپنے ایک خطاب میں کہا:

> "Dialogue is the path toward peace, mutual respect and understanding."[13]

"مکالمہ امن، باہمی احترام اور تفہیم کی جانب جانے والا راستہ ہے۔"

معاصر سفارتی سرگرمیوں میں اعلیٰ سطحی وفود کے تبادلے، بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت، انسانی بحرانوں کے حل کے لیے تعاون اور مذہبی اقلیتوں کے مسائل پر مشترکہ بیانات شامل ہیں۔ ان روابط نے مذہبی قیادتوں کو عالمی مسائل کے حوالے سے باہمی مشاورت کا موقع فراہم کیا، اگرچہ عقائدی اختلافات اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔ ولیم مونٹگمری واٹ کے مطابق:

> "Meaningful relations between Christians and Muslims require sustained dialogue and mutual recognition."[14]

"عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان بامعنی تعلقات کے لیے مسلسل مکالمہ اور باہمی اعتراف ناگزیر ہے۔"

اس تناظر میں اسلام اور ویٹیکن کے مابین سفارتی و سماجی روابط معاصر بین المذاہب تعلقات کے مطالعے میں اہم مقام رکھتے ہیں، کیونکہ ان کے ذریعے مذہبی اختلاف کے باوجود مشترکہ انسانی مقاصد کے لیے تعاون کی متعدد صورتیں سامنے آتی ہیں۔

مبحث سوم: ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائزہ

اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب تعلقات کی اساس انسانی احترام، عدل، رواداری، دعوتِ حق اور اعتقادی استقلال کے جامع امتزاج پر قائم ہے۔ قرآنِ مجید نے مختلف مذہبی گروہوں کے ساتھ تعلقات کے لیے ایسے اصول متعین کیے ہیں جو انسان کی فطری حرمت اور مذہبی شناخت دونوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔ معاصر دور میں ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا مطالعہ کرتے وقت ان قرآنی اصولوں کو بنیادی معیار کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر میں کسی بھی بین المذاہب سرگرمی کی مشروعیت انہی اصولوں کی روشنی میں متعین کی جاتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾[15]

"اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اس آیت میں عدل اور برّ کے تصورات کو مذہبی اختلاف سے ماورا انسانی تعلقات کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر اسلامی فقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ معاشرت، معاملات اور سماجی تعاون کے متعدد ابواب قائم ہوئے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[16]

"اہلِ کتاب کے ساتھ گفتگو ایسے انداز میں کرو جو بہترین ہو۔"

---

[13] Francis, Fratelli Tutti, (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 2020), 198

[14] Watt, W. Montgomery, Muslim-Christian Encounters, (London: Routledge, 1991), 96.

[15] القرآن، الممتحنۃ 60:8

[16] القرآن، العنکبوت 29:46

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

»أمر الله تعالى بحسن المخاطبة ولين الجانب عند محاورة أهل الكتاب[17]«.

"اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے ساتھ گفتگو کے وقت حسنِ خطاب اور نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔"

یہ قرآنی رہنمائی بین المذاہب تعلقات میں احترام، سنجیدگی اور علمی وقار کی ایسی فضا قائم کرتی ہے جس میں دعوت اور مکالمہ باہم متصادم نہیں رہتے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ تعامل کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ ان واقعات میں مذہبی شناخت کے تحفظ کے ساتھ انسانی وقار، عہد و پیمان کی پاسداری اور علمی گفتگو کے اصول نمایاں ہیں۔ نجران کے عیسائی وفد کی مدینہ منورہ آمد اور مسجد نبوی میں ان کے ساتھ مکالمہ اسلامی تاریخ کا اہم واقعہ ہے۔ قاضی ابو یوسف اس ضمن میں لکھتے ہیں:

»وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحاورهم بالحكمة ويبين لهم الحق بالحجة والبرهان[18]«.

"رسول اللہ ﷺ ان سے حکمت کے ساتھ گفتگو فرماتے اور دلیل و برہان کے ذریعے حق کی وضاحت کرتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

»أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ حَقَّهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[19]«

"خبردار! جس نے کسی معاہد غیر مسلم پر ظلم کیا، اس کا حق کم کیا یا اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے مدعی ہوں گا۔"

اسلامی روایت میں مکالمہ عقیدے سے دست برداری یا مذہبی امتزاج کا عنوان نہیں بنتا بلکہ حق کی وضاحت، حسنِ تعلق اور انسانی عدل کے قیام سے مربوط رہتا ہے۔ اسی بنیاد پر معاصر مسلم مفکرین ویٹیکن کے ساتھ مکالماتی روابط کو اسلامی اصولوں کے دائرے میں قابلِ قبول قرار دیتے ہیں، بشرطیکہ اعتقادی حدود محفوظ رہیں۔ اسلامی عقیدۂ توحید اسلام کی فکری و روحانی عمارت کا مرکزی ستون ہے۔ بین المذاہب مکالمے کے تمام مراحل میں یہ عقیدہ ایسی بنیاد فراہم کرتا ہے جس سے انحراف اسلامی تصورِ دین کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر مسلم علماء مکالمے اور مذہبی تکثیریت (Religious Pluralism) کے مابین واضح فرق قائم کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ * اللَّهُ الصَّمَدُ﴾[20]

"کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے، اللہ سب سے بے نیاز ہے۔"

اسی طرح فرمایا گیا:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾[21]

"تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

محمد عمارہ لکھتے ہیں:

---

[17] الرازي، فخر الدين محمد بن عمر، مفاتيح الغيب، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1999)، ج25، ص69

[18] أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم، كتاب الخراج، (بيروت: دار المعرفة، 1979)، 72

[19] أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، (بيروت: المكتبة العصرية، 2009)، ج3، ص170

[20] القرآن، الإخلاص 112:1-2

[21] القرآن، الكافرون 109:6

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

»الحوار لا يعني الذوبان العقدي ولا التنازل عن الثوابت الإيمانية[22]«.

”مکالمہ اعتقادی انضمام یا ایمانی اصولوں سے دست بردار ہونے کا نام نہیں ہے۔“

ویٹیکن کی بعض بین المذاہب دستاویزات میں مشترک انسانی اقدار پر زور دیا گیا ہے، تاہم اسلامی کلامی روایت اس امر پر اصرار کرتی ہے کہ انسانی اشتراکات کا اعتراف تو ممکن ہے مگر عقائدی مساوات یا تمام ادیان کی یکساں حقانیت کا نظریہ اسلامی توحیدی تصور سے ہم آہنگ نہیں۔ اہلِ کتاب کے ساتھ تعلقات کا موضوع اسلامی شریعت میں مستقل فقہی اور سماجی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعلقات کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے عدل، احسان، دعوت اور اعتقادی امتیاز کے درمیان متوازن راہ اختیار کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ﴾[23]

”اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔“

امام ابن قیم لکھتے ہیں:

»أجاز الإسلام من المعاملات مع أهل الكتاب ما يحقق مصالح العباد ويحفظ العدل بينهم[24]«.

”اسلام نے اہلِ کتاب کے ساتھ ایسے معاملات کی اجازت دی ہے جو انسانوں کی مصلحت اور باہمی عدل کے تحفظ کا ذریعہ بنیں۔“

اسی تناظر میں اہلِ کتاب کے ساتھ علمی تبادلہ، سماجی تعاون، سفارتی تعلقات اور انسانی خدمت کے منصوبے اسلامی فقہی ذخیرے میں معروف ہیں۔ ویٹیکن کے ساتھ معاصر روابط کا جائزہ لیتے وقت یہی اصول رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا اسلامی تناظر میں جائزہ لیتے وقت دو بنیادی پہلو سامنے آتے ہیں: فقہی زاویۂ نظر اور کلامی زاویۂ نظر۔ فقہی اعتبار سے امن، عدل، بقائے باہمی، مذہبی آزادی اور انسانی فلاح سے متعلق تعاون کو عمومی طور پر جائز سمجھا جاتا ہے، جبکہ کلامی اعتبار سے عقیدۂ توحید، ختمِ نبوت اور حقانیتِ اسلام کے اصول ناقابلِ مفاہمت قرار پاتے ہیں۔ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

»التعاون في القضايا الإنسانية المشتركة مشروع، أما التنازل عن العقيدة فليس من الحوار في شيء[25]«.

”مشترکہ انسانی مسائل میں تعاون مشروع ہے، جبکہ عقیدے سے دست برداری کو مکالمے کا حصہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔“

اسی طرح وہ کہتے ہیں:

»الحوار الناجح هو الذي يجمع بين الثبات على الأصول والانفتاح على الآخرين[26]«.

”کامیاب مکالمہ وہ ہے جس میں اصولوں پر استقامت اور دوسروں کے ساتھ کشادہ دلی دونوں جمع ہوں۔“

---

22 عمارة، محمد، الإسلام والتعددية، (القاهرة: دار الشروق، 2006)، 118

23 القرآن، المائدة 5:5

24 ابن القيم، محمد بن أبي بكر، أحكام أهل الذمة، (الدمام: رمادي للنشر، 1997)، ج 1، ص 23

25 القرضاوي، يوسف، الصحوة الإسلامية بين الجحود والتطرف، (القاهرة: مكتبة وهبة، 2001)، 214

26 القرضاوي، يوسف، فقه الحوار، (القاهرة: دار الشروق، 2004)، 67

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اسلامی فقہی روایت کے مطابق ویٹیکن کی ایسی پالیسیوں کو مثبت زاویے سے دیکھا جا سکتا ہے جو عالمی امن، انسانی وقار، مذہبی رواداری اور سماجی تعاون کو فروغ دیتی ہوں، تاہم وہ تصورات جو ادیان کی مطلق مساوات یا عقائدی امتیازات کے انکار پر مبنی ہوں، اسلامی کلامی اصولوں کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے۔ اس بنا پر اسلامی تنقیدی مطالعہ مکالمے اور اعتقادی التباس کے مابین واضح حدِ فاصل قائم رکھنے پر زور دیتا ہے۔

مبحث چہارم: ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا تنقیدی مطالعہ

عصرِ حاضر میں بین المذاہب مکالمے کے ساتھ جس فکری بحث نے وسیع پیمانے پر توجہ حاصل کی ہے، اس میں مذہبی تکثیریت کا نظریہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق مختلف مذاہب حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کے معتبر ذرائع قرار دیے جاتے ہیں اور نجات کے امکانات کو کسی خاص مذہب تک محدود نہیں سمجھا جاتا۔ ویٹیکن کی بین المذاہب سرگرمیوں کے حوالے سے بعض مغربی مفکرین نے یہ سوال اٹھایا کہ آیا بین المذاہب مکالمہ بالآخر مذہبی تکثیریت کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہے یا یہ اپنے مذہبی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے باہمی احترام کی فضا پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ جان ہک، جو مذہبی تکثیریت کے معروف نمائندہ مفکر سمجھے جاتے ہیں، لکھتے ہیں:

> "All the great world faiths embody different perceptions and conceptions of the Real."[27]

”دنیا کے بڑے مذاہب حقیقتِ مطلقہ کے مختلف ادراکات اور تصورات کی نمائندگی کرتے ہیں۔“

جان ہک کا نظریہ مذہبی تنوع کو حقانیت کے متعدد مظاہر کے طور پر دیکھتا ہے۔ اسلامی کلامی روایت اس تصور کو قبول نہیں کرتی، کیونکہ اسلام میں حق اور باطل کے درمیان امتیاز وحیِ الٰہی کی بنیاد پر متعین کیا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾[28]

”بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔“

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

«فالدين المقبول عند الله بعد بعثة محمد صلى الله عليه وسلم هو الإسلام الذي جاء به»[29].

”رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی دین مقبول ہے جو آپ لے کر تشریف لائے۔“

اس تناظر میں بعض مسلم اہلِ علم ویٹیکن کے بین المذاہب بیانیے میں موجود مذہبی شمولیت کے بعض پہلوؤں کو احتیاط کے ساتھ دیکھتے ہیں تاکہ مکالمہ عقائدی نسبیت میں تبدیل نہ ہو جائے۔ عقیدۂ نجات بین المذاہب مکالمے کے حساس ترین موضوعات میں شمار ہوتا ہے۔ مسیحی الٰہیات میں نجات کے تصور نے طویل فکری ارتقاء دیکھا ہے جبکہ دوسری ویٹیکن کونسل کے بعد بعض کیتھولک حلقوں میں نجات کے دائرے کو وسیع تناظر میں بیان کیا جانے لگا۔ ویٹیکن کی دستاویز Lumen Gentium میں درج ہے:

> "Those who through no fault of their own do not know the Gospel of Christ or His Church, yet sincerely seek God, may achieve eternal salvation."[30]

”وہ لوگ جو اپنی کسی کوتاہی کے بغیر مسیح کے پیغام یا کلیسا سے ناواقف ہیں لیکن اخلاص کے ساتھ خدا کی جستجو کرتے ہیں، ابدی نجات پا سکتے ہیں۔“

---

[27] Hick, John, An Interpretation of Religion, (New Haven: Yale University Press, 1989), 240

[28] القرآن، آل عمران 3:19

[29] ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، (الرياض: دار العاصمة، 1999)، ج1، ص132

[30] Vatican Council II, Lumen Gentium, (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 1964), 16.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یہ تعبیر مسیحی دنیا میں نجات کے مفہوم کے بارے میں وسیع مباحث کا سبب بنی۔ اسلامی عقیدے میں نجات کا تعلق ایمان، توحید، رسالت اور عملِ صالح کے ساتھ وابستہ ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾[31]

"جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔"

امام ابو الحسن اشعری لکھتے ہیں:

»النجاة مرتبطة بالإيمان الذي جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم[32]«.

"نجات اس ایمان کے ساتھ وابستہ ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے۔"

اسی بنا پر مسلم متکلمین بین المذاہب مکالمے کو نجات کے عقیدے میں اشتراک کے بجائے باہمی تفاہم اور دعوتی حکمت کے دائرے میں دیکھتے ہیں۔ ویٹیکن ایک مذہبی مرکز ہونے کے ساتھ بین الاقوامی سفارتی کردار بھی ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بین المذاہب پالیسیوں کے مطالعے میں مذہبی اور سیاسی دونوں جہات زیرِ بحث آتی ہیں۔ بعض مغربی محققین کے نزدیک بین المذاہب سرگرمیاں عالمی امن، انسانی حقوق اور سماجی ہم آہنگی کے فروغ کا ذریعہ ہیں، جبکہ بعض ناقدین انہیں نرم سفارت کاری (Soft Diplomacy) کی صورت بھی قرار دیتے ہیں۔ سیموئیل ہنٹنگٹن لکھتے ہیں:

"Religions increasingly play a major role in global politics and international alignments."[33]

"مذاہب عالمی سیاست اور بین الاقوامی صف بندیوں میں مسلسل زیادہ مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔"

اسی طرح جوزف نائی نے نرم قوت کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

"Soft power rests on the ability to attract and co-opt rather than coerce."[34]

"نرم قوت کا انحصار جبر کے بجائے کشش اور اثراندازی کی صلاحیت پر ہوتا ہے۔"

بین المذاہب سرگرمیوں کے تنقیدی مطالعے میں یہ سوال بار بار سامنے آتا ہے کہ آیا یہ پالیسیاں خالص مذہبی مقاصد کی ترجمان ہیں یا ان میں عالمی سطح پر اثرورسوخ اور سفارتی مفادات کا عنصر بھی شامل ہے۔ اس بحث نے مسلم محققین کو ان پالیسیوں کے مختلف پہلوؤں کا باریک بینی سے جائزہ لینے پر آمادہ کیا۔ مسلم علماء نے ویٹیکن اور دیگر مذہبی اداروں کے ساتھ بین المذاہب مکالمے کے موضوع پر مختلف آراء پیش کی ہیں۔ بعض اہلِ علم نے اسے دعوت، تعارف اور عالمی امن کے فروغ کا مفید ذریعہ قرار دیا، جبکہ بعض نے اس کے ممکنہ فکری مضمرات پر توجہ دلائی۔ وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

»الحوار مطلوب إذا كان قائماً على الاحترام المتبادل دون المساس بالعقيدة الإسلامية[35]«.

"مکالمہ اس صورت میں مطلوب ہے جب وہ باہمی احترام پر قائم ہو اور اسلامی عقیدے پر کوئی زد نہ پڑے۔"

---

31 القرآن، آل عمران 3:85

32 الأشعري، علي بن إسماعيل، الإبانة عن أصول الديانة، (الرياض: دار الراية، 1990)، 41

33 Huntington, Samuel P., The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order, (New York: Simon & Schuster, 1996), 96.

34 Nye, Joseph S., Soft Power, (New York: Public Affairs, 2004), 5

35 الزحيلي، وهبة، قضايا الفقه والفكر المعاصر، (دمشق: دار الفكر، 2006)، 311

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ابو الاعلیٰ مودودی نے عقائدی امتیاز کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے تحریر کیا:

"اسلام اپنی مستقل فکری شخصیت اور اعتقادی انفرادیت کا حامل دین ہے، اس لیے کسی ایسے طرزِ فکر کی گنجائش نہیں جو حق و باطل کے امتیاز کو دھندلا دے۔[36]"

یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

»نلتقي معهم فيما اتفقنا عليه ويعذر بعضنا بعضاً فيما اختلفنا فيه مع بقاء كل طرف على عقيدته[37]«.

"مشترک امور میں تعاون کیا جاسکتا ہے اور اختلافی مسائل میں برداشت کا رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ ہر فریق اپنے عقیدے پر قائم رہے۔"

ان آراء میں مشترک عنصر اعتقادی استقلال اور علمی احتیاط ہے۔ بین المذاہب مکالمے کے ناقدین کا خیال ہے کہ اگر مکالمے کے فکری حدود و قیود واضح نہ رہیں تو مذہبی شناخت اور اعتقادی امتیاز متاثر ہوسکتے ہیں۔ بالخصوص ایسے معاشروں میں، جن میں مذہبی تعلیم کمزور اور فکری شعور محدود ہو، بین المذاہب سرگرمیوں کے بعض تصورات خلطِ مبحث کا سبب بن سکتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ﴾[38]

"یہود و نصاریٰ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے کی پیروی نہ کرو، کہہ دیجیے کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔"

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

"امتوں کی بقا کا راز ان کے اصولِ اعتقاد اور امتیازی خصائص کے تحفظ میں مضمر ہے۔[39]"

معاصر مسلم مفکر طٰہٰ جابر العلوانی لکھتے ہیں:

»الحفاظ على الهوية لا يتعارض مع الانفتاح والحوار، بل يحقق لهما التوازن المطلوب[40]«.

"تشخص کا تحفظ مکالمے اور کشادہ دلی کے منافی نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان مطلوب توازن پیدا کرتا ہے۔"

اسلامی تناظر میں بین المذاہب تعلقات کا مطلوبہ رخ وہی تصور کیا جاتا ہے جس میں عدل، احترام، انسانی تعاون اور علمی تبادلہ برقرار رہے، جبکہ توحید، رسالت، ختمِ نبوت اور اسلامی شناخت کے بنیادی تصورات پوری صراحت کے ساتھ محفوظ رہیں۔ یہی اعتدال پسند زاویۂ نظر ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کے تنقیدی مطالعے میں فکری توازن کا سرچشمہ بنتا ہے۔

مبحث پنجم: عصرِ حاضر کے تناظر میں ویٹیکن اور اسلام کے مابین بین المذاہب تعلقات کے امکانات و چیلنجز

---

36 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تنقیحات، (لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2000ء)، 219۔

37 القرضاوي، يوسف، فقہ الحوار، (القاهرة: دار الشروق، 2004)، 84

38 القرآن، البقرة 2:120

39 دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 2010ء)، ج 1، 173۔

40 العلواني، طہ جابر، آدب الاختلاف في الإسلام، (القاهرة: المعهد العالمي للفكر الإسلامي، 1993)، 52

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عصرِ حاضر میں عالمی نظام جس فکری، تہذیبی اور سیاسی تغیر سے گزر رہا ہے، اس میں امنِ عالم اور انسانی اخوت کے تصور کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ ویٹیکن اور مسلم دنیا کے مابین بین المذاہب تعلقات اس تناظر میں ایک ایسے پلیٹ فارم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جس کے ذریعے مشترکہ انسانی اقدار کو فروغ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس تعاون میں اخلاقی تعلیمات، سماجی انصاف، غربت کے خاتمے اور انسانی وقار کے تحفظ جیسے امور مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ پوپ فرانسس اپنے ایک خطبے میں بیان کرتے ہیں:

"Peace is built on dialogue, cooperation and mutual respect among peoples of different faiths."[41]

"امن مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مکالمے، تعاون اور باہمی احترام کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔"

اسلامی تعلیمات میں بھی امن اور صلح کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾[42]

"اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔"

اس قرآنی اصول میں امن کو ترجیح دینے اور اجتماعی فلاح کے لیے مثبت رویہ اختیار کرنے کی رہنمائی موجود ہے۔ دورِ حاضر میں مذہبی انتہاپسندی اور تہذیبی تصادم ایک سنگین عالمی مسئلہ بن چکے ہیں۔ اس صورتِ حال نے ویٹیکن اور مسلم دنیا کو مشترکہ طور پر اس چیلنج کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ دونوں مذہبی روایتیں اس امر پر متفق دکھائی دیتی ہیں کہ انسانی جان کا احترام اور پرامن بقائے باہمی ناگزیر اصول ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾[43]

"جس نے کسی انسان کو بغیر کسی جواز کے قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔"

پوپ بینیڈکٹ شانزدہم نے تشدد کے خلاف اپنے مؤقف میں کہا:

"Violence in the name of religion is a contradiction of the very essence of faith."[44]

"مذہب کے نام پر تشدد خود مذہب کی اصل روح کے منافی ہے۔"

یہ مشترکہ فکری موقف اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ مذہبی قیادتیں انتہاپسندی کے خاتمے میں فعال کردار ادا کر سکتی ہیں، اگرچہ اس کے لیے عملی سطح پر مستقل حکمتِ عملی درکار ہے۔ مذہبی آزادی اور انسانی حقوق معاصر بین الاقوامی نظام کے بنیادی اصول شمار ہوتے ہیں۔ ویٹیکن اور مسلم اداروں نے متعدد مواقع پر ان اصولوں کی تائید کی ہے، تاہم ان کی تعبیر و حدود میں فکری اختلاف پایا جاتا ہے۔ ویٹیکن کی دستاویز Dignitatis Humanae میں کہا گیا:

"The human person has a right to religious freedom."[45]

"انسان کو مذہبی آزادی کا حق حاصل ہے۔"

اسلامی روایت میں مذہبی آزادی کا اصول موجود ہے، تاہم اس کی حدود شریعت کے عمومی نظم اور معاشرتی توازن کے ساتھ مربوط ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

---

41 Francis, Pope, Fratelli Tutti, (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 2020), 87

42 القرآن، الانفال 8:61

43 القرآن، المائدۃ 5:32

44 Benedict XVI, Address on Peace, (Vatican City: Vatican Press, 2006), 14

45 Vatican Council II, Dignitatis Humanae, (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 1965), 2

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾[46]

"دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔"

امام طبری لکھتے ہیں:

«لا يجوز إكراه أحد على الدخول في الإسلام[47]».

"کسی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں۔"

اس تناظر میں مشترکہ موقف انسانی وقار اور جبری مذہبی تبدیلی کی نفی پر مبنی دکھائی دیتا ہے، اگرچہ عملی تعبیر میں اختلاف برقرار رہتا ہے۔ بین المذاہب مکالمہ اگرچہ عالمی سطح پر قبولیت حاصل کر چکا ہے، تاہم اس کے ساتھ متعدد فکری اور عملی چیلنجز بھی وابستہ ہیں۔ ان میں سب سے اہم چیلنج عقائدی حدود، فکری نسبیت، سیاسی مفادات اور تہذیبی غلبے کے خدشات ہیں۔ سید حسین نصر لکھتے ہیں:

"Interfaith dialogue must avoid reducing religions to mere ethical systems devoid of metaphysical truth."[48]

"بین المذاہب مکالمے کو اس امر سے گریز کرنا چاہیے کہ مذاہب کو محض اخلاقی نظاموں تک محدود کر دیا جائے اور ان کی مابعد الطبیعیاتی حقیقت کو نظرانداز کیا جائے۔"

اسی طرح ایک عملی چیلنج یہ بھی ہے کہ مکالمہ بعض اوقات علمی بحث کے بجائے نمائشی سرگرمیوں تک محدود ہو جاتا ہے، جس سے اس کی فکری گہرائی متاثر ہوتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مکالمے کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب اس میں علمی سنجیدگی، اعتقادی استقلال اور باہمی احترام یکجا ہوں۔ اسلامی اصولوں کی روشنی میں مؤثر بین المذاہب تعلقات کے لیے چند بنیادی خطوط سامنے آتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ مکالمہ اعتقادی حدود کے اندر رہتے ہوئے انسانی تعاون اور اخلاقی ہم آہنگی کو فروغ دے۔

امام شاطبی لکھتے ہیں:

«مقاصد الشريعة قائمة على حفظ الدين والنفس والعقل والنسل والمال[49]».

"شریعت کے مقاصد دین، جان، عقل، نسل اور مال کے تحفظ پر قائم ہیں۔"

اس اصول کی روشنی میں بین المذاہب تعلقات کا بنیادی ہدف انسانی فلاح اور امنِ عالم ہونا چاہیے، نہ کہ عقائدی امتزاج۔

محمد عمارہ کے مطابق:

«التعايش لا يعني التنازل عن الهوية بل يعني إدارة الاختلاف بوعي وحكمة[50]».

"بقائے باہمی کا مطلب شناخت سے دست برداری نہیں بلکہ اختلاف کو شعور اور حکمت کے ساتھ منظم کرنا ہے۔"

---

[46] القرآن، البقرة 2:256

[47] الطبري، محمد بن جرير، جامع البيان، (بیروت: دار الفکر، 2001)، ج 3، ص 8

[48] Nasr, Seyyed Hossein, The Heart of Islam, (New York: HarperCollins, 2002), 214

[49] الشاطبي، ابراهیم بن موسیٰ، الموافقات، (بیروت: دار المعرفة، 1997)، ج 2، ص 10

[50] عمارة، محمد، الإسلام والتعددية، (القاهرة: دار الشروق، 2006)، 145

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اسی طرح بین المذاہب تعلقات کو مؤثر بنانے کے لیے علمی مکالمہ، تعلیمی تبادلہ، مشترکہ انسانی منصوبے اور سماجی خدمت کے پروگراموں کو فروغ دینا ضروری ہے۔ ان اقدامات کے ذریعے ویٹیکن اور مسلم دنیا کے درمیان تعلقات کو محض نظری سطح سے عملی سطح تک منتقل کیا جا سکتا ہے، جبکہ ہر فریق اپنی مذہبی شناخت اور عقائدی اصولوں پر قائم رہ سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام

مجموعی طور پر ویٹیکن کی بین المذاہب پالیسیوں کا مطالعہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ جدید عالمی نظام میں مذہبی ادارے محض روحانی رہنمائی تک محدود نہیں رہے بلکہ وہ سفارتی، سماجی اور تہذیبی سطح پر بھی فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ ویٹیکن کی بین المذاہب سرگرمیوں کا بنیادی رخ مکالمہ، باہمی احترام، انسانی اخوت اور عالمی امن کے فروغ کی طرف دکھائی دیتا ہے، جس نے مسلم دنیا اور کیتھولک عیسائیت کے درمیان رابطوں کو ایک نئے مرحلے میں داخل کیا ہے۔ تاریخی طور پر یہ تعلقات کبھی کشمکش، کبھی علمی تبادلے اور کبھی تعاون کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے رہے، تاہم عصرِ حاضر میں یہ زیادہ منظم اور ادارہ جاتی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

اسلامی تناظر میں ان پالیسیوں کا جائزہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اسلام بین المذاہب تعلقات کو اصولی طور پر قبول کرتا ہے، بشرطیکہ ان کی بنیاد عدل، احترام اور انسانی بھلائی پر ہو، جبکہ عقیدۂ توحید اور دینی شناخت اپنی اصل حالت میں محفوظ رہیں۔ قرآن و سنت میں اہلِ کتاب کے ساتھ حسنِ سلوک، انصاف اور دعوتی حکمت کی واضح تعلیمات موجود ہیں، جو مکالمے کو ایک مثبت اور بامقصد انسانی سرگرمی بناتی ہیں، تاہم ساتھ ہی یہ حد بھی متعین کرتی ہیں کہ عقائدی امتیازات کو تحلیل یا مخلوط نہیں کیا جا سکتا۔

تنقیدی مطالعے سے یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ مذہبی تکثیریت، نجات کے تصورات اور بعض عالمی بیانیے فکری طور پر اختلافی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں اسلامی کلامی روایت واضح موقف اختیار کرتی ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی زیرِ بحث آتا ہے کہ بین المذاہب سرگرمیوں میں کبھی کبھار سفارتی یا سیاسی پہلو بھی شامل ہو جاتے ہیں، جس سے ان کے خالص مذہبی مقاصد کے بارے میں مختلف آراء پیدا ہوتی ہیں۔ مسلم علماء کی اکثریت مکالمے کی افادیت کو تسلیم کرتی ہے مگر اعتقادی حدود کے تحفظ پر زور دیتی ہے تاکہ فکری اختلاط یا شناختی ابہام پیدا نہ ہو۔

مجموعی تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ویٹیکن اور اسلام کے درمیان بین المذاہب تعلقات میں وسیع امکانات موجود ہیں، خصوصاً عالمی امن، انتہاپسندی کے خاتمے اور انسانی حقوق کے فروغ کے میدان میں، تاہم ان امکانات کے ساتھ فکری، اعتقادی اور عملی چیلنجز بھی وابستہ ہیں۔ مؤثر اور متوازن بین المذاہب تعلقات اسی وقت ممکن ہیں جب مکالمہ احترام اور تعاون کے دائرے میں رہے، لیکن ہر مذہب اپنی بنیادی عقائدی شناخت اور فکری خودمختاری کو برقرار رکھے۔